ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر شیر زمان سیماب
اسسٹنٹ پروفیسر، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی
پاغندہ مختیار
ریسرچ آفیسر، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی
محمد طاہر
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی

سحر یوسف زئی کے افسانوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr. Sher Zaman Seemab
Assistant Professor, Pashto Academy University of Peshawar.
Paghunda Mukhtiar
Investigative Research Officer, Pashto Academy University of Peshawar.
Muhammad Tahir
PhD Research Scholar, Pashto Academy University of Peshawar.

***Corresponding Author:**

Research and Critical Review of Sahar Yousafzai's Short Stories

Professor Sahar Yousaf Zai is a respectable name in Urdu short story. He was born in Farhat Abad, Swat on Oct, 20, 1935. He has contributed a great deal to Urdu literature. He was awarded the presidential award in 1962. His book of short story "Aag Awar Saye" was highly praised where Sahar Yousaf Zai depicts the real life of the people of the tribal areas. He depicts the climate of the areas of district Swat. In his stories, he has presented an inflexible customs of the Pashtoon society. The stories are not fantasy worlds but are the delineation of social injustice. His short story "Sabza Awar

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

Chinaar"is one such story. In some of his stories, he has deicted the valour of the pashtoon people. Moreover, he has pointed towards the hardships of the people of the tribal areas. In some other stories, he has underscored the issue of poverty. His cahracters are often shown at the mercy of destiny. Though, some shows resistence, yet it proves to be a bubble like resistence. His language is comprehensible conveys his message easily. He was a nature writer and his writings are the representation of life.

Key Words: *Contributed, Depicts, Injustice, Pointed, Hardships, Resistence, Poverty, Bubble, Areas, Delineation, Inflexible, Tribal, Valour, Underscored, Mercy.*

پروفیسر سحر یوسف زئی کا نام افسانوی ادب میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔آپ کے افسانوں میں زیادہ تر قبائلی پٹھانوں کی کہانیاں شامل ہیں۔۔سحر یوسف زئی نے ادب کے حوالے سے نمایاں خدمات انجام دیں۔اس سلسلے میں ۱۹۶۲میں آپ کو صدارتی ایوارڈ سے نو ازاگیااورآپ کو انعام میں تین ہزار روپے نقد بھی ملے۔۱۹۵۴ءمیں آپ نے افسانہ لکھنے کا آغاز کردیا۔ ۱۹۶۷ء میں آپ کا افسانوی مجموعہ "آگ اور سایہ"شائع ہوا جس پر ۱۹۶۸ء میں آپ کو اباسین آرٹس کونسل سے انعام بھی ملا۔اس کے علاوہ آپ نے ریڈیو پاکستان کے لیے متعدد ڈرامے بھی لکھے۔آپ کا پہلا تحریر کردہ ڈراما ۱۹۵۳ ء میں ریڈیو پاکستان کے توسط سے آن ائیر گیا۔پروفیسر سحر یوسف زئی نے پشتو زبان کی بھی بہت خدمت کی ہے۔پشتو اکیڈیمی کے ذریعے آپ کی تحریر "ادب سہ دے" یعنی "ادب کیا ہے" کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔اس کتاب کا مقدمہ ڈاکٹر محمد اعظم اعظم نے لکھا۔سحر یوسف زئی کے افسانے قبائلی علاقہ جات میں رہنے والے لوگوں کی زندگی کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔افسانے کو مختصر ناول تصور کرنے والوں کا خیال بھی درست نہیں ہے۔افسانہ کی خود اپنی خاص تکنیک ہے۔ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں۔

> "افسانہ ناول سے اختصار کے علاوہ منصوبہ اور ڈھانچہ میں بھی الگ ہے، کچھ لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ افسانہ کی روز افزوں ترقی آگے چل کر ناول پر غالب آجائے گی اور اس طرح افسانہ ناول کی جگہ چھین لے گا، یہ بھی غلط خیال ہے۔ ناول زندگی کی مختلف پیچیدگیوں کو سلجھاتا ہے مگر افسانہ میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کیوں کہ اس کا"دامانِ نظر" بہت تنگ ہے، اور زندگی کا "گل حسن"بسیار

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے۔ظاہر ہے کہ افسانہ زندگی کے بڑھتے ہوئےاور نت نئے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔افسانہ تو صرف زندگی کے کسی ایک پہلو کو اجاگر کر سکتا ہے۔"(۱)

افسانہ کا مقصد تعمیری ہو نا چاہیے۔چوں کہ افسانہ زندگی کی تفسیر ہے اور زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنانا ہر انسان کا فرض ہو تا ہے اس لیے افسانہ نگار بھی اپنے اس فن کے ذریعہ زندگی کو خوش گوار بنانے میں مدد دیتا ہے۔تعمیری کاموں کے لیے افسانہ نگار کے سامنے مختلف میدا ن ہو تے ہیں۔مثلاً سماجی، سیاسی، اخلاقی، مذہبی،تہذیبی اور تعلیمی وغیرہ۔کامیاب افسانہ نگارزندگی کی انہی رویوں کو سامنے رکھ کر افسانے لکھتا ہے۔مختصر افسانہ مغرب کی پیداوار ہے۔وہاں پنپنے کے بعد ہی یہ برصغیر میں در آمد کیا گیا۔انیسویں صدی کے آغاز میں امریکا کے ایک مصنف واشنگٹن ارون نے "اسکیچ بک"لکھ کر اس صنف کی بنیاد ڈالی۔اس کے بعد نیتھنل ہاتھا رن کے ہاتھوں اس نے فروغ پایا۔ہاتھارن نے بیان کی ندرت اور حسن کاری کو افسانے کی بنیادی شرط قرار دیا۔اس کے بعد امریکا،روس، انگلستان اور فرانس میں بڑے بڑے افسانہ نگار پیدا ہوئے۔ان میں ڈکنس، اسٹونس، اناطول فرانس، مارسل پروست، گورکی، چیخوف اور مو پاسا ں نے عالم گیر شہرت پائی۔بیسویں صدی سے پہلے ہمارے ادب میں مختصر افسانے کا وجود نہیں تھا۔انیسویں صدی کے شروع میں "قصص ِمشرق"کے نام سے جان گل کرسٹ نے ایک کتاب تیارکی تھی جس میں اس زمانے کے چھوٹے چھوٹے قصّوں کو جو عوام میں مقبول تھے، جمع کر دیاتھا۔اس طرح مولوی نذیر احمد نے بھی بعض چھوٹی چھوٹی کہانیوں کو از سرِ نو لکھ کر "منتخب الحکایات" کے نام سے پیش کیا تھا مگر ان دونوں کتابوں میں جو چھوٹے چھوٹے قصے شامل ہیں وہ مختصر افسانے کے ذیل میں نہیں آتے۔

سحر یوسف زئی کے افسانوں میں انہوں نے قبائلی علاقوں کی حقیقی زندگی کو دنیا پر واضح کردینے کی کوشش کی ہے۔ان کی یہی کوشش رہی کہ انہی علاقوں سے تعلق رکھنے والوں کی نفسیات اور طبقاتی کش مکش سے پاکستان کے دیگر علاقوں کے لوگ واقف ہو سکیں اور ان کے دُکھ درد و مسائل کو سمجھ سکیں اوریوں وہ خلا پٹ جائے جو پاکستانی عوام کے ذہنوں میں مختلف وجوہات کی بنا پر پیدا ہو گیا ہے۔اس بارے میں سحر یوسف زئی خود لکھتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"ان افسانوں میں ہر چیز کا بیان نہایت سچائی سے کیا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ حقیقت نگاری کاسہارا لیا گیا ہے (جہاں جہاں ایسا نہیں ہو سکا،اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں)تاکہ اس ماحول کی بہتر سے بہتر عکاسی ہو سکے۔"(۲)

سحر یوسف زئی کا افسانہ "مانکیال کا سایہ" میں انہوں نے منظر کشی کا حق انصاف کے ساتھ ادا کیا ہے اور سوات کی جنت نظیر وادی کے مختلف منظر بیان کیے ہیں۔اس افسانے میں کوہستان کے خوب صورت مناظر کی عکاسی کی گئی ہے۔مانکیال جو بحرین اور کالام کے درمیان ایک گاؤں کا نام ہے، کی مکمل عکاسی اس افسانے میں کی گئی ہے۔افسانہ نگار نے اس افسانے میں یہاں کے پہاڑی علاقوں میں گوجر اور چرواہوں کے قبائل کا ذکر کیا ہے۔"صد برگ" جو افسانے میں ایک لڑکی کا فرضی نام ہے، کی عشقیہ داستان بیان ہوئی ہے۔

سحر یوسف زئی نے اس کی ناکام محبت کا ذکر بڑی دلیری سے اور دل چسپ انداز میں کیا ہے۔افسانے میں "سایہ" سے مراد یہ ہے کہ جب مانکیال کی وادی میں دو چاہنے والے ایک دوسرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھیں تو وہاں کے مقامی لوگ اسے "سایہ"کہتے ہیں۔افسانہ "مانکیال کا سایہ" میں یہاں کے قدرتی مناظریوں بیان کیے گئے ہیں۔:

"پہاڑوں پر تازہ تازہ برف پڑی تھی اور ان کے گرد ہلکے ہلکے بادل لپٹے ہوئے تھے۔دُور تک بادلوں کی نرم نرم چادر پھیلی ہوئی تھی اور آفتاب کی کرنیں اس چادر کو چاک کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔پہاڑوں کی شہزادی مانکیال کی چوٹی رنگارنگ برف کا تاج پہنے جھلمل جھلمل کرتی نظر آنے لگی مانکیال کے چاروں طرف پودوں کی نرم نرم شاخیں برف میں سے سر نکالے دکھائی دے رہی تھیں۔ چٹانیں خاموش، فضا ساکت اور ماحول پر ہول تھا۔ہر چیز مسحور تھی۔"(۳)

آپ کا ایک دوسرا افسانہ"اندھیرے کا بیٹا"بھی ایک عشقیہ داستان ہے۔اس افسانے میں پروفیسر سحر یوسف زئی نے پٹھانوں کے حجرے کے ماحول کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ساتھان کے رسم و رواج اور پردہ کے بارے میں واضح کیا ہے۔اصل میں یہ افسانہ"شیریں"اور"سرور" کی محبت کی کہانی ہے۔سرور کو شیریں کے ساتھ بچپن سے محبت تھی۔سرور کے ابو اس کے بچپن میں وفات پا گئے تھے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

اور سرور داؤد خان،جو شیریں کا باپ اور اپنے گاؤں کا خان تھا، کے حجرے میں بطور ملازم تھا۔چوں کہ بچپن سے ہی داؤد خان اس کو جانتا تھا س لیے وہ اکثر داؤد خان کے گھر بھی آتا جاتا تھا۔یوں وہ شیریں کے عشق میں گرفتا ر ہو گیا۔سرور کو فطرت نے شاعرانہ تخیل عطا کیا تھا،ا سے موسیقی سے لگاؤ تھا لہٰذا لوگوں میں گویّے سے مشہور ہو گیا۔سرور کو اللہ تعالٰے نے بڑی اچھی شکل و صورت عطا کی تھی۔افسانہ نگار نے یہاں سرور کا حلیہ بیان کرنے میں بڑی مہارت سے کام لیا ہے۔وہ سرور کے متعلق لکھتے ہیں۔:

> ”سرخ و سفید رنگ، چوڑی بھری ہوئی چھاتی، چھوٹی چھوٹی مونچھیں، پٹھے دار بھورے بال اس کی شخصیت میں بڑی کشش پیدا کرتے تھے۔جتنے اس کے خط و خال تیکھے تھے اتنا ہی وہ شریف تھا۔کھدر کی قمیض، کھدر کی شلوار،جیب میں پٹھانوں کی طرح کنگھی، دنداسہ، سرمے دانی آئینہ اور چاقو ایک کڑھے ہوئے رومال میں رکھے رہتے۔اور اس کے لبوں پر ایک سدا بہار تبسّم لہلہاتا رہتا۔جو بھی اس سے ملتا،تعریف کیے بغیر نہ رہتا۔مسجد میں مولوی صاحب سے کچھ کتابیں پڑھی تھیں اس لیے پشتو میں خط لکھ لیا کرتا تھا۔“(۴)

پختونوں کی روایت چلی آرہی ہے کہ گاؤں کے حجرے میں (رباب) یعنی سِتار اور گھڑا(طبلہ) رات کی محفل سجانے کے لیے موجود ہو تا ہے۔دن کو کھیتوں میں کام کرکے شام کو تھکے کسان اور مزدور رات کو حجرے میں آکر سِتار اور گھڑے کی محفل موسیقی سے محظوظ ہوتے ہیں۔سرور نے جب اپنے بارے میں لوگوں سے گویّے کا نام سُنا تو سخت خفا ہوگئے۔اس لیے افسانہ نگار نے سرور کے جذبات کو یوں بیان کیا ہے۔

> ”گانا اور رونا خصلت انسانی ہے۔کوئی شخص گائے اور روئے بنا نہیں رہ سکتا۔میں نے بطور پیشہ کبھی گانا نہیں گایا۔میں پختون ہوں اور یہ میری ذات ہے۔“(۵)

سحر یوسف زئی نے ایک محفل موسیقی میں ستار اور گھڑے کے ساز کے ساتھ آواز کی خوب صورت منظر کشی یوں کی ہے۔

> ”یاقربان کے ساتھ ستار کے تار جھجھنانے لگے..... ساتھیوں نے گھڑا اُٹھا لیا۔اس وقت سرور کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ایسا سوز.....جو دلوں کو روندے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈالتا تھا۔ستار ساز نہیں رہا تھا بلکہ آواز بن گیا تھا۔آواز اور ساز کی ایسی موزونیت پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ سرور کی آواز بلند ہو تی گئی اور سارے ماحول پر چھا گئی۔"(۵)

افسانے میں سرور اور شیریں کی معصوم محبت "خا نزم" کی بھینٹ چڑھتے دکھائی گئی ہے۔ شیریں کے والد داؤد خان کا اصل چہرہ سامنے لایا گیا ہے اور اس کی عظمت اور معزز خان ہونا اس کی بڑی کم زوری اور بے بسی ظاہر کی گئی ہے اس لیے تو داؤد خان نے سرور کی شیریں کے ساتھ شادی کرنے کی یہ شرط رکھی کہ وہ پہاڑ کی بلند ترین چوٹی سے چھلانگ لگائے۔افسانہ نگار نے داؤد خان کی منفی سوچ کو عیاں کرنے کی کوشش کی ہے۔سرور کو مقامی لوگ بہت سمجھاتے ہیں لیکن وہ کہتا ہے۔:

"میں نے غربت میں آنکھیں کھولی ہیں۔جس رات میں پیدا ہو اتھاوہ ایک تاریک ترین رات تھی۔ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔باوجود اس کے کہ مَیں اپنے والدین کا اکلوتا لڑکا تھا۔پھر بھی گھر میں روشنی کے لیے مٹی کا تیل تو کیا شونٹی (۷)ک موجود نہ تھی۔جس کو جلا کر روشنی کی جاتی۔اور اس کے بعد غربت کے بے کراں اندھیرے میں مَیں ایک کیڑے مکوڑے کی طرح ہاتھ مارتا ہوا بڑا ہو گیا۔چودہ سال کی عمر تک میں ایک قمیض میں گزارہ کرتا رہا۔میرے والدین کھدر کی شلوار تک نہ بنا سکتے تھے۔اب اگر میں اپنی زندگی محبت پر قربان کردیتاہوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ایک کیڑا کم ہو جائے گا..... کون سی خانی مجھ سے رہ جائے گی۔ کون ہے جو میرے لیے آنسو بہائے گا۔

ایک بوڑھی ماں تھی سو وہ بھی فوت ہو چکی۔اس نامراد زندگی سے موت بھلی.....اور اگر بچ گیاتو شیریں مل جائے گی۔شیریں۔۔۔۔سرور کی اس دُکھ بھری داستان سے داؤد خان کو کچھ رحم نہیں آیا ور سرور نے اپنی محبت کی خاطر پہاڑ کی سب سے اُونچی چوٹی سے چھلانگ لگا کر زندگی کا خاتمہ کردیا۔سرور کی موت کے بعد داؤد خان نے شیریں کی شادی ایک مشہور خاندان میں کرائی لیکن اس شادی سے شیریں خوش نہیں تھی اس لیے شادی کے تین مہنے بعد جب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

وہ میکے آگئی تو اس نے سرور کو اپنی محبت کا یقین دلا کر جان دے دی۔شیریں کو سرور کے برابر دفن کر دیا گیا۔اس افسانے میں افسانہ نگار نے پاکستان کے دیگر علاقوں سے ہٹ کر پختونوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کو نمایاں کیاہے۔ایسے خان جن کی زمینیں ہوتی ہیں، اپنی خانی کے نشے میں مست رہتے ہیں اس لیے انہیں غریبوں کے ساتھ ہر معاملے میں ظلم کے سوا کچھ اور نہیں کرنا پڑتا۔"(۸)

سحر یوسف زئی نے اپنے افسانوں کو محض عشق اور محبت کی داستانوں تک محدود نہیں رکھا بل کہ انہی افسانوں میں سماجی انصاف کی دھجیاں اڑاتی دکھائی دیا ہے۔ان کا افسانہ "سبزہ اور چنار" انہی کڑیوں کی ایک کڑی ہے۔اس افسانے میں انہوں نے گاؤں کے دہقانوں کی بے بسی اور خان کے مظالم بیان کیے ہیں۔افسانے میں "شاہ نظر" کو ایک غریب اور بے بس نوجوان کی صورت میں پیش کیا ہے جو خان کے کھیتوں اور مال مویشیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔بھوکوں کو خرید کر ان کی بے بسی سے فائدہ اُٹھانے والاہمیشہ اس معاشرے میں سائیں، خان، وڈیرہ اور چودھری کے علاوہ کوئی اور نہیں رہا۔ایسا کردار اس افسانے میں خان نے ادا کیا ہے۔شاہ نظر کو فصل کی بوائی سے پہلے غلے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہ خان سے کچھ غلہ مانگتا ہے۔خان اس کی ضرورت پوری تو کردیتا ہے لیکن اسے غلہ سود پر دے دیتا ہے۔چوں کہ شانظر مجبور ہوتا ہے اس لیے خان کو اپنی مجبوری کا فائدہ اُٹھانے دیتا ہے۔بالآخر فصل کی بوائی کا وقت آجا تا ہے اور اس غریب کے حصے میں بہت کم غلہ آجاتا ہے۔خان کے اس ظلم سے تنگ آکر شاہ نظر شہر کا رُخ کرلیتا ہے۔ادھر گاؤں میں خان کی نظر شاہ نظر کی محبوبہ شارو اور اس کی بہن پر پڑتی ہے۔خان دونوں کے والدین کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ اس کے گھر میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ کام کریں گے۔اس لیے ان دونوں لڑکیوں کا دل نہ چاہتے ہوئے خان کے ہاں بہ امر مجبوری کام شروع کر دیتے ہیں۔خان اس سے پہلے بھی بہت سے والدین کو ان کی بیٹیوں کی شادی کا جھانسا دے کر کئی لڑکیوں کی وہاں شادیاں کر چکا ہوتا ہے جہاں سے وہ بدنامی کے داغ لگنے کی وجہ سے میکے تو کیا اس گاؤں کی طرف نہ آسکے۔اب باری شارو اورشاہ نظر کی بہن کی آجاتی ہے۔سحر یوسف زئی نے یہاں خان کی شارو کے والد کو شارو کی شادی کے لیے راضی کرنے کا حربہ بیان کیا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"کیا عورتوں والی باتیں کرتے ہو۔اس معاملے سے لڑکی کا کیا تعلق۔تم نے سود پر جو رقم لی ہے اسے واپس دینے کی ضرورت نہیں۔اپنی زمین کے رہن کے کاغذات لے جاؤ۔میں تو تم ہی لوگوں کی بھلائی کے لیے ہر وقت سوچتا رہتا ہوں۔"(۹)

یعنی افسانہ نگار نے یہاں پٹھانوں کی روایتی خانوں کی زندگی کو بھی بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔سحر یوسف زئی اپنی فنی پختگی کی معراج پر نظر آتے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے زندگی کے تجربات نے انہیں بہت کچھ سیکھنے پر آمادہ کیا۔انہوں نے رواں دواں نثر لکھی ہے جس سے اندازہ ہو تا ہے کہ سحر یوسف زئی پٹھان ہوتے ہی اُردُو زبان پر گرفت حاصل کر چکے تھے۔آپ کے سبھی افسانوں میں حقیقت نگاری کو بڑا مقام حاصل ہے۔ان کے تقریباً تمام افسانوں میں تصنع اور بناوٹ کے لیے جگہ نہیں۔انہوں نے اپنے ایک خاص انداز میں پٹھانوں کی روایت کو اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔"سبزہ اور چنار" کا پلاٹ انتہائی سوچ سمجھ کر پیش کیا گیا ہے۔خان اور خان کے نو کر، زمین اور اس کے رکھوالے، شاہ نظر اور اس کی غربت اور شارو سے اس کی محبت، یہ سب بہت ہی اچھے اور مناسب انداز میں بیان کیا گیاہے۔خان کی زمین کی جاگیر داری کے بارے میں شاہ نظر کے یہ الفاظ دل پر نشتر کا کام کرتے ہیں، جب اس نے اپنی بہن کے معصوم سوال کے جواب میں کہا۔

"ارے تمہیں خان کی زمین کے بارے میں بھی معلوم نہیں۔ہر سال لوگ تو اپنی زمینیں بیچتے اور وہ خرید تا ہے۔اس کی زمین دگنی ہو گئی ہے ..... اس نے ابھی ابھی اپنی دوسری بیوی کے لیے ایک اور بنگلہ بنوایا ہے اور دوسری موٹر خریدی ہے۔"(۱۰)

سحر یوسف زئی کے افسانہ "سائے" میں انہوں نے تازہ گل کی کہانی بیان کی ہے جو اپنے گاؤں میں ایک خوب صورت لڑکی بخت مینہ سے شادی کر چکا تھا۔اس پہلے بخت مینہ کے لیے ایک خان کے بیٹے کا رشتہ بھی آیا تھا لیکن بخت مینہ کے والد نے اس رشتے سے انکار کر دیا تھا اور غریب تازہ گل کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرائی۔شادی کے بعد کچھ مہینے تو تازہ گل، اس کی بہن، بوڑھی ماں اور بخت مینہ نے سکون سے گزار دیے لیکن بعد میں روزگار کی تلاش میں تازہ گل نے کراچی کا رُخ کیا۔ویسے بھی قبائلی علاقوں میں رہنے والے بہت سارے لوگوں کا یہ دستور چلا آرہا ہے کہ وہ محنت مزدوری کے لیے کراچی یا کوئٹہ میں کوئلے کی کان میں جاتے ہیں۔راقم بہت سارے نوجوانوں کو تابوت میں لائے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوئے دیکھ چکاہے۔مگر پھر بھی غربت کے ہاتھوں مجبور یہ نوجوان وہاں محنت مزدوری سے باز نہیں آتے۔تازہ گل بھی ان نوجوانوں میں سے تھا جو اپنے خاندان کے لیے محنت مزدوری کی خاطر کراچی چلا گیا تھا۔وہ عید الاضحی کی رات کو گھر سے نکلا تھا اور پورے ایک سال کے بعد کافی پیسہ کما کر عید الاضحی کی رات کو دوبارہ گھر پہنچ گیا تھا۔اس ایک سال کے عرصے میں اس کی بہن کی شادی اور ماں کی موت بھی واقع ہو چکی تھی مگر اس نے دل پر پتھر رکھ کر انہی مواقع پر گھر نہیں آیابل کہ اپنی کھوئی زمین کی واپسی کے لیے محنت مزدوری تیز تر کردی۔عید کی رات جیسے ہی وہ گھر پہنچ گیا تو دروازے پر دستک دینے سے پہلے اسے اپنے گھر کے اندر سے مردانہ آواز سنائی دی جو اس کی بیوی بخت مینہ سے رخصتی کی اجازت مانگ رہی تھی۔تازہ گل نے غیر مرد کو اپنے گھر میں اور بیوی کی بے وفائی دیکھ کر دونوں کو قتل کردیااور گاؤں سے واپس چلا گیا۔اس کے بعد گل نوا زنے گاؤں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔تازہ گل کے ساتھ ہمیشہ اپنی بہن کے رشتے کا خیال رہتا تھا۔وہ ہر وقت بہن کے رشتے کے لیے پریشان رہتا تھا۔سحر یوسف زئی نے ان کے ذہن کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے۔

> ”تازہ گل جوان تھا۔رگوں میں تازہ خون تھا اور اس کے ساتھ کچھ ہنس مکھ بھی تھا۔اس لیے سب ساتھیوں میں ہر دلعزیز تھا۔کوئی محفل ایسی نہ ہوتی جس میں وہ شریک نہ ہوتا۔گانا بجانا ہو تا تو وہ سب سے آگے اور کسی کے کھیت میں مل کر کام کرنا ہو تا تو اس وقت بھی اس سے کوئی بازی نہ لے جاسکتا تھا۔مگر ان اونچے اونچے قہقہوں کے درمیان جب اسے اپنی بہن یاد آجاتی تو وہ کچھ دیر کے لیے اداس سا ہو جاتا۔اس کی بہن کی عمر بارہ سال ہو گئی تھی اور ابھی تک کسی نے اس کی شادی کا ذکر نہیں چھیڑا تھا۔“[۱۱]

یہ وہی بخت مینہ تھی جو تازہ گل کی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار تھی۔ایک موقع پر جب تازہ گل نے اسے کہا کہ آپ کا والد اگر اس رشتے سے انکار کردے توکیا ہو گا؟اکیوں کہ میرے مقابلے میں خان کا بیٹا تیرا رشتہ مانگ رہا ہے۔اس پر بخت مینہ نے غصے میں آکر کہا تھا۔:

> ”میرے باپ کی آنکھوں میں قدرہے تو ہوا کرے میں تو اس شخص سے کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔اگر مجھے مجبور کیا گیا تو نالے میں چھلانگ لگا کر جان دے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

دوں گی۔ بخت بینہ نے رونا بند کر دیا اور بڑے اعتماد سے کہا۔ یہ بات میں اپنے باپ کے سامنے بھی کہہ دوں گی۔"(۱۲)

اس افسانے میں افسانہ نگار نے پٹھانوں کی ایک اور روایت کی طرف اشارہ کیاہے وہ یہ کہ پٹھان شادیوں کے معاملے میں بڑے جلد باز واقع ہوئے ہیں۔یعنی پٹھانوں کی شادیاں کم عمری میں کردی جاتی ہیں۔لڑکی کے والد کا لڑکے والوں سے پیسے لینا بعض پٹھانوں کی بہت شرم ناک عادت ہے جو آج کل اس ترقی یافتہ دَور میں بھی پائی جاتی ہے۔

سحر یوسف زئی کے افسانہ "زیتون اور نرگس" میں انہوں نے قبائلی علاقے کے گوجر قبائل کا ذکر کیا ہے۔اس افسانے میں "اختر" ایک ایسا کردار پیش کیا ہے جو شکار کھیلنے کا شوقین تھا۔شکار کرتے ہوئے اسے کسی دوسرے کام کا ہوش نہیں رہتا تھا۔شکار کھیلتے ہوئے وہ ایک مقبرے میں پہنچ جاتا ہے جہاں اسے ایک بزرگ شکار کھیلنے سے منع کرتا ہے لیکن اس کے منع کرنے کے باوجود وہ فائرنگ کرتا ہے۔فائر سے تمام کبوتر اُڑ جاتے ہیں اور اختر پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔اختر اس واقعے کے بعد بجھا بجھا سا رہنے لگتا ہے اور ایک آفاقی ڈر اس کے ذہن میں ہر وقت رہتا ہے۔کافی دن بعد وہ دوبارہ شکار کھیلنے اونچی پہاڑ پر چلا جاتا ہے۔یہ سردیوں کا زمانہ تھا اس لیے پہاڑوں پر برفباری شروع ہو جاتی ہے۔

اختر تھوڑی دیر برف باری رکنے کا انتظار کرتا ہے لیکن جب برف باری اور بھی تیز ہو جاتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔اتنے میں اُسے دُور پہاڑ کے دامن میں ایک گھر دکھائی دیتا ہے۔وہ جلدی جلدی لمبے لمبے قدم اُٹھا تا ہوا اس گھر تک پہنچ جاتا ہے۔یہ گوجر کا گھر تھا۔افسانہ نگار نے اس گھر کا نقشا یوں پیش کیا ہے۔:

"یہ گھر گوجروں کے عام گھروں جیسا تھا۔ایک بڑا کوٹھا اور اس کے سامنے گھاس رکھنے کے لیے ایک بر آمدہ اور ایک کوٹھری۔کوٹھے میں ایک طرف بھینسیں بندھی ہوئی تھیں جن کی تعداد دس گیارہ ہوگی۔دوسری طرف یہ لوگ رہتے تھے۔وہیں آگ جلاتے پکاتے اور سو جاتے تھے۔سامان میں چند مٹی اور ایلومینم کے برتن۔ایک ایک جوڑا کپڑا،ایک آدھ رضائی۔مکھن نکالنے کے لیے کچھ برتن اور بس۔"(۱۳)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

گھر میں داخلے کی اجازت کے بعد اختر جیسے ہی اندر داخل ہوا تو وہ حیران رہ گیا کیوں سامنے وہ بزرگ بیٹھا تھا جس نے اسے مقبرے میں شکار کھیلنے سے منع کیا تھا۔اختر نے اس بزرگ کو ادب کے ساتھ سلام کیا۔بزرگ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اسے تعظیم کے ساتھ چولہے میں جلتی ہوئی آگ کے سامنے بٹھایا۔اختر نے باتوں باتوں میں مقبرے میں شکار کھیلنے والے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا کہ آپ اس دن فوراً کیوں غائب ہوگئے تھے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ جب تم نے فائرنگ کردی تو میں نے وہاں سے نکلنے میں عافیت سمجھی کیوں کہ مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب الٰہی نازل ہو جائے اور میں بھی تیرے ساتھ سزا میں شامل ہو جاؤں۔اختر نے اس مقبرے کی ا صلیت کے بارے میں جاننا چاہا تو بزرگ کہنے لگا۔:

> ”مَیں.....مَیں تو مہینے میں ایک بار اس مقبرے میں اس مزار پر ضرور جاتا ہوں۔وہاں پر تم نے مٹی کے برتنوں کے کنارے رکھے ہوئے دیکھے ہوں گے۔وہ لوگ بھینسوں کے منت کے طور پر رکھتے ہیں اور جھولے وہ لٹکاتے ہیں جن کو اولاد کا ارمان ہو تا ہے، وہ بہت بڑے بزرگ ہیں،ولی ہیں جس نے جو کچھ مانگا وہ اس کو مل گیا۔یہ بھینسیں بھی انہی کی دعا اور عنایت سے ملی ہیں۔“ (۱۴)

اختر کے مزید پوچھنے پر بزرگ نے اس سے مقبرے اور خاص مزار کے بارے میں لمبی چوڑی کہانی سنائی۔اس کہانی میں بزرگ ”اخوند فیض محمد“ جو ایک بڑے ولی تھے، کی کہانی سنائی گئی کہ ا س کے گاؤں والے عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔اخوند اور اس کے ایک عالم دین بیٹے نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھ سکے اور وہ گاؤں قہر خُدا وندی سے تباہ و برباد ہو گیا۔گاؤں کی تباہی میں ایک ایسا انسان بھی مر گیا تھا جس کو شادی شدہ عورت سے محبت ہو گئی تھی مگر اس کی محبت خالص تھی۔اس افسانے میں افسانہ نگار نے یہاں کے لوگوں کا مزارات اور مقبروں میں بڑے بڑے بزرگ اور عالمانِ دین سے گہری عقیدت کا اظہار دکھایا ہے۔ان کے ایک اور افسانہ ”خشک چٹانیں“میں سحر یوسف زئی نے ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کیاہے۔وہ یہ کہ جب گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو لوگ غمگین ہو جاتے ہیں۔بیٹے کی پیدائش پر خوشی منائی جاتی ہے، مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں اور ہر طرف شادیانے بجائے جاتے ہیں لیکن بیٹی۔۔۔۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"گلو سانگہ" اور"مولوی افضل" اس افسانے کے فعال کردارہیں۔ اس افسانے کا تعلق سوات کے گاؤں شین گٹ سے ہے۔گلو سانگہ کی پیدائش پر گھر کے لوگ اور رشتہ دار پریشان ہو گئے تھے کیوں کہ بعض پٹھان لڑکی کا اپنے گھر میں پیدائش کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔وہ سوچتے ہیں کہ لڑکی تو ویسے بھی پرائے گھر کی ہو تی ہے اس لیے عام طور پر انہیں وراثت میں حصہ دینے ور تعلیم کی روشنی سے محروم رکھا جاتا ہے۔گلو سانگہ جب چار پانچ سال کی ہوئی تو محلے کی مسجد میں مولوی افضل سے قرآن پاک کی تعلیم شروع کی۔مولوی افضل کے متعلق گلو سانگہ کے والد کی رائے کو افسانہ نگار نے اپنے الفاظ میں یوں سمویا ہے۔:

> "یہ مولوی صاحب بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔میری بہت عزت کرتے ہیں، صف میں سب سے اچھی جگہ میرے لیے رکھ چھوڑتے ہیں، جب تک میں نہ آؤں جماعت شروع نہیں کرتے۔اس بات پر میرے تربور (دشمن) سخت جلتے ہیں۔"(۱۵)

گلو سانگہ مولوی سے سبق پڑھتے پڑھتے اس کی عشق میں پاگل ہو جاتی ہے۔بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مولوی افضل گلو سانگہ کا رشتہ لے کر اس کے گھر آجاتا ہے جس پر گلوسانگہ کے ابو عبد المجید سخت غصہ ہو جاتا ہے۔گلو سانگہ کی ماں جو اس رشتے پر راضی ہو تی ہے، اپنے خاوند سے کہتی ہے۔:

> "جب اسّی سال کے بوڑھے رشتہ مانگتے ہیں۔جب دہقان پختون کا رشتہ مانگتے ہیں تو تم کو بالکل غصہ نہیں آتا۔وہ تو پھر بھی ایک عالم دین اور نیک آدمی ہے۔تم نے اس کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اور پھر بھی اتنی نفرت۔۔۔۔۔۔"(۱۶)

عبد المجید پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ اس رشتے سے انکار کر دیتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گلو سانگہ رات کی تاریکی میں چپکے چپکے مولوی افضل سے ملنے گھر سے باہر جایا کرتی ہے۔ایسی باتیں کب چُھپتی ہیں۔ایک رات ان دونوں کو قابل اعتراض حالت میں پکڑا جاتا ہے اور پختونوں کے رواج تورکے مطابق مولوی افضل کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا جاتا ہے اور گلو سانگہ کو ایک آدھ دن بعد اس کے بھائی قتل کردیتے ہیں۔گلو سانگہ اورمولوی افضل دونوں کی موت پر افسانہ اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔افسانہ نگار نے مولوی افضل کی درد ناک موت کا نقشا یوں کھینچا ہے۔:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"مولوی افضل جب پتھروں سے نہ مرا تو لوگوں نے مشورہ کیا اور پھر اس کے پاؤں میں رسّی ڈال دی گئی، اور وہ رسّی عبد المجید اور اس کے بیٹوں کے ہاتھ میں دے دی گئی، ان سے کہا گیا کہ گاؤں سے دریا تک اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔عبد المجید اس رسّی کو کھینچنا نہ چاہتا تھا۔اس نے ایک منٹ تک سب کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں رحم کی چمک تھی۔مگر گاؤں والوں کے اصرار اور اپنی بے بسی کو دیکھ کر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور دانت بھینچ ایک دم رسّی کھینچنے لگا۔"(۱۷)

افسانے میں پٹھانوں کی غیرت اور خودداری کو نمایاں کیا گیا ہے اور قبائلی علاقوں میں رہنے والے سخت جان لوگوں کے سخت رسم و رواج سے پردہ ہٹا یا گیا ہے۔سحر یوسف زئی یہاں خود غیر جانب دار ٹھہرے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر ایسے واقعات کے ذمہ دار والدین ہی ہو تے ہیں۔بے پردگی کی وجہ سے ایسے حالات کا سامنا تو آج کل معمول بن گیاہے۔جہاں تک غیرت کے نام پر قتل کی بات ہے تو اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ زمین پر اپنی حکم رانی چلانے والے خواہ وہ کوئی بھی ہو خُدا ہو نے کا دعویٰ کرتا ہے۔مطلب یہ کہ کسی گناہ کے عوض کسی کو قتل کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟مگر جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے کہ قبائلی علاقہ جات کے سخت مزاج والے ایسے معاملات میں شاید خُدا کی بھی نہیں سُنتے۔مشاہدے سے یہ ثابت ہے کہ مائیں اپنی بیٹیوں پر جان نچھاور کرتی ہیں۔گلو سانگہ کی ماں حق بجانب تھی۔وہ تو اپنی بیٹی کا گھر بسانا چاہتی تھی لیکن کاش کہ ایسا نہیں ہوسکا۔اس کے والد عبد المجید کو غیرت کی اتنی پڑی تھی کہ گلو سانگہ کی موت پر جب اس کی ماں رونے لگی تھی تو اس نے بیوی سے کہا۔:

"چُپ چُپ ہو جاؤ۔تور پر نہیں روتے، وگرنہ لوگ بے غیرت کہیں گے۔"(۱۸)

سحر یوسف زئی کا افسانہ "آبلہ" بے وفائی کی داستان ہے۔اس افسانے میں "رشید" نامی کردار کہا نی کا محور ہے۔کہا نی میں رشید اپنی بیوی کی محبت میں ایسا گرفتار دکھا یا گیا ہے کہ اسے اپنی بیوی کے آگے دنیا سنسان دکھائی دینے لگتی ہے۔رشید کی شادی کم عمری میں ہو جاتی ہے اور شاد ی کے کچھ عرصہ بعد وہ محنت مزدوری کے لیے اپنے وطن سے ہزاروں میل دُور "بحرین" کی ایک تیل کمپنی میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

ملازمت کے لیے چلا جاتا ہے۔چھوٹی عمر کی شادی اور شادی کے کچھ مہینے بعد دیار غیر۔۔۔۔۔یہ انہی سے پوچھیں جن پر یہ لمحات بیت چکے ہوں۔اپنی شادی کی خوشی کے بارے میں رشید کا بیان افسانہ نگار نے اس طرح لکھا ہے۔:

> ”ہمارے دن عید اورراتیں شب برات سے کم نہیں تھیں۔یہ جملہ لوگ یوں ہی کہہ دیا کرتے ہیں مگر خدا کی قسم عید سے بھی زیادہ مسرت کے شب و روز تھے۔میں اور وہ چاندنی رات میں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کرگھر سے چپکے سے نکل جاتے۔کھیتوں اور پہاڑیوں میں دوڑتے پھرتے راتیں محبت بھری باتیں کہتے، اور محبت بھری باتیں سنتے بیت جاتیں۔میں چھٹیوں پر چھٹیاں لیے چلا جاتاپھر بھی تسکین نہیں ہو تی تھی اور پھرجب میں مل جاتا میرے آنسو نکل آتے۔“(۱۹)

رشید کے کہنے کے مطابق دیار غیر میں ایک بار کسی لڑکی نے اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی تو رشید نے بھی اس کے ہا ں میں ہاں ملادی۔لیکن جب وہ گاؤں لوٹا تو گھر آکر اس نے بیوی کو اس لڑکی کے بارے میں ساری کہا نی سنائی جس کا نتیجہ یہ نکلاکہ رشید کا ایک دوست شریف جس کے ذریعے رشید اپنی بیوی کو خطوط اور ماں باپ بہن بھائیوں سے چپکے چپکے بحرین سے سامان بھیج دیا کرتا تھا، نے موقعے کا فائدہ اُٹھا کراس کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرلیے۔یہاں رشید کی بیوی بھی انتقام کی آگ میں جل رہی تھی اس لیے اس نے شریف کو ہر قسم کی خوشیاں فراہم کیں۔جب رشید کو اس بارے میں آگاہ کیا گیا تو اسے اپنے دوست پر یقین تو کیا شک بھی نہیں گزرا۔رشتہ داروں میں سے کسی نے رشید سے پوچھا کہ کیا تمہیں اپنے دوست شریف پر کوئی شک گزرا ہے؟ تو اس نے کہا:

> ”نہیں بالکل نہیں۔میں نے اس سے صرف اس لیے ذکر کیا تھاکہ وہ زیادہ محتاط رہے، تاکہ لوگوں کو اس پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔میں نے اسے بتایا کہ لوگوں کو ہماری محبت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔محبت کرنے والوں سے سب کااللہ واسطے کا بیر ہوتاہے۔ایسا نہ ہو کہیں ہمارا آشیانہ جل جائے۔پھر میں نے کہا تھا ہماری زندگی کا سرمایہ یہی محبت ہے،اگر یہ تباہ ہو گیا تو ہم بھی جیتے نہ رہیں گے۔ میں ان لوگوں کو احمق سمجھتا ہوں، یہ تم کو نہیں جانتے۔“(۲۰)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

رشید کو اپنے دوست شریف پر مکمل بھروسا تھا لیکن اس کے دوست نے آستین کا سانپ بن کر اس کی عزت پر وار کیا۔اس کے دوست نے دوستی کے نام پر اس کی عزت لوٹ لی۔رشید کو اس بات کا وہم بھی نہیں گزراتھا کہ اس کا دوست شریف ایسی حرکت کرے گا۔لیکن شریف نے اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر رشید کو ساری عمر کے لیے شرابی بنا دیا۔رشید کی بقیہ زندگی شراب کی نذر ہو گئی۔ اس افسانے میں مصنف نے رشید کو ایک با کمال کردار کی صورت میں پیش کیا ہے۔جب رشید پر اپنے دوست کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے تو وہ انتہائی حیران اورپریشان ہو کر گھر بار سب کچھ چھوڑ جاتا ہے۔اس بارے میں اس کے خیالات سحر نے یوں بیان کیے ہیں۔

> ”میں جب سے گھر سے نکلا ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔مجھے انہیں ان کے حال پر چھوڑدینا چاہیے یاطلاق دے دینی چاہیے، یا قتل کردیناچاہیے۔مگر ان تینوں باتوں میں بد نامی ہے، خاندن پر عمر بھر کے لیے بد نامی کا بٹہ لگ جاتا ہے کیا میں..... نہیں نہیں زندگی بہت حسین ہے،بہت ہی حسین۔ میں مرنا نہیں چاہتا، کیا مجھے اس کمینی دنیا میں زندہ رہنا چاہیے، جہاں انسانیت نہیں، وفاداری نہیں، خلوص اور محبت نہیں۔“(۲۱)

اور آخر کار رشید انسانوں کی اس دنیا سے اپنا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیتا ہے۔افسانہ نگار نے رشید کے کردار کو صبر کی ایک مثال پیش کی ہے۔رشید چاہتا تو اپنی بیوی کو زندہ زمین میں گاڑ سکتا تھا، اسے طلاق دے سکتاتھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ اس کواپنی عزت پیاری تھی اس لیے چپکے سے شراب کا سہار لے کر زندگی کے اس نہ ختم ہونے والے غم سے شراب کے بہانے چھٹکارا پاتاہے۔اب تو شراب ہی اس کا کھانا پینا،اس کا اوڑھنا بچھونااور اس کی عبادت بن گئی تھی۔چوں کہ سحر یوسف زئی کا تعلق پٹھان قبیلے سے تھا اس لیے اس نے انتہائی باریک بینی سے ان تمام رسومات اور روایات کو اپنے افسانوں میں سمونے کی کوشش کی ہے۔”افسانہ آبلے“ اور”چاند اور کھنڈر“ میں عورت کی بے وفائی کو موضوع بنا یا گیا ہے۔افسانے میں ممتاز شاد کو خط لکھ کر اپنے آپ کو تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اگر میں ان پڑھ لڑکی ہو تی تو ضرور جذبات کا کہا مانتی۔ مگر پڑھ لکھ کر میں جذبات کو قابو میں کرنا اور سوچنا سیکھ گئی ہوں۔میرے والدین تم سے میری شادی کے خلاف ہیں۔اس لیے کہ تمہارے کلچر، نسل، زبان اور علاقے میں اور ہماری زبان، کلچر، نسل اور علاقے میں کوئی مناسبت نہیں۔تم کوشش کر کے مجھے بھلا دینا۔ میں بھی یہی کوشش کروں گی۔"(۲۲)

افسانہ "چاند اور کھنڈر" میں ہونے والے واقعات سوات ہی میں مختلف مقامات مثلاً میاندم، کالام، ڈاک بنگلہ، مدین، بحرین، مہو ڈنڈ،، درال، شانگلہ اور مرغزار وغیرہ میں واقع ہوئے ہیں۔اس افسانے میں سحر یوسف زئی نے یہ واضح کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ پاکستان میں رہ کر بھی ہم مختلف قبائل میں بٹ گئے ہیں۔ہماری اصلیت، پنجابی ہونا، سندھی ہونا، پٹھان اور بلوچی ہو نا نہیں ہے ہماری پہچان پاکستانی ہو نا ہے۔جہاں تک بات کلچر، زبان اور علاقے کی ہے تو یہ بجا ہے کہ ہر علاقے کا اپنا کلچر اور زندگی گزارنے کا سلیقہ ہوتا ہے لیکن مختلف علاقوں کے لوگ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی عادتوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔سحر یوسف زئی کا افسانہ "ایک بالشت زمین" میں انہوں نے پختون قوم کا زمین کے لیے لڑائی اور جان لینے دینے کا نقشا پیش کیاہے۔یہاں افسانہ نگار نے حق کا ساتھ دیا ہے لیکن زمین کے لیے مر مٹنا صرف پختونوں تک محدود نہیں، پاکستان کے ہر علاقے میں رہنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اپنی زمین کی حفاظت انہوں نے کس طرح کرنی ہے۔افسانے میں جب ایک گروہ دوسرے سے زمین کا مطالبہ کرتا ہے تو دوسری طرف پٹھانوں کا ایک شخص کہتا ہے۔

"پٹھان پٹھان سے زمین مانگ رہاہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔اگر غلہ چاہتے ہو تو مانگو۔اگر رہنے کے لیے گھر چاہیے ہوں تو وہ مانگو اور اگر اس گاؤں میں شادی کرنا چاہتے ہو تو وہ بھی کہو۔۔۔۔مگر زمین، یہ نہیں ہو سکتا۔۔ قطعی نہیں ہو سکتا۔"(۲۳)

افسانہ "کمبل" میں غربت کو موضوع بنا یا گیا ہے۔"لاجر"جو ایک چرواہا ہے، اس افسانے کا مر کزی کردار ہے۔لاجر کی زندگی کی ایک ہی خواہش ہو تی ہے۔وہ یہ کہ اپنے لیے اونی کمبل بُن لے، مگر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اپنی محبوبہ پشمینہ جو لاجبر کو دل و جان سے زیادہ عزیز تھی، کو بھی کھو دیتا ہے۔قبائلی علاقوں کے رہنے والوں کو زیادہ تر غریب طبقہ ظاہر کیا گیاہے۔اسی طرح افسانہ "بدلہ" میں سحر یوسف زئی نے ایسی سوچ کو موضوع بنا یا ہے جس کو تعلیم اور ماحول بھی تبدیل کرنے سے قاصر نظر آتا ہے اور وہ پٹھان قوم کا کسی سے اپنا بدلہ لیناہے۔افسانے میں "گلاب" ایک ایسا کردار ہے جو افسانے کا محور ہے۔گلاب محنت مزدوری کے لیے یورپ جاکر یہاں پاکستان میں اپنی دو بہنیں، ماں اور باپ چھوڑ دیتا ہے۔گلاب کے تربور لوگ گلاب کے والد کے لیے مختلف قسم کے بہانے ڈھونڈ کر اسے ہر طرح سے ستاتے ہیں۔بالآخر وہ گلاب کے ماں باپ کو قتل کرکے اس کی بہنوں سے شادی کر لیتے ہیں۔گلاب کی ایک بہن انتقام کی آگ میں جل کر اپنے شوہر کو قتل کر دیتی ہے اور دوسری بہن بھی اپنے شوہر کے قتل کا منصوبہ تیار کرتی ہے کہ ایسے میں گلاب یورپ سے واپس آجاتا ہے۔گلاب کو ان تمام واقعات کا پتا نہیں ہوتا۔مگر جب وہ گاؤں آپہنچتاہے تو اسے اپنے والدین کی موت اور بہنوں کی شادیوں کا پتا چل جاتا ہے۔گلاب کی بہن کو اپنے بھائی کا پتا نہیں ہو تا کہ وہ یورپ سے واپس آگیا ہے۔ گلاب بھی انہیں اطلاع نہیں دیتا۔گلاب اپنے بہنوئی کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لیتا ہے اور ایک دن اسے اپنے ساتھ پہاڑی پر شکار کے لیے لے جاتا ہے۔گلاب اسے وہاں اپنے خاندان پر کیے گئے مظالم کا سارا قصہ سنا تا ہے جس سے اس کا بہنوئی دل برداشتہ ہو کر پہاڑ سے چھلانگ لگاکر خود اپنی زندگی کا خاتمہ کر تاہے۔گلاب سے اس کا دوست بہن سے ملنے کے لیے کہتا ہے تو وہ جواب یوں دیتا ہے۔

> "ہاں!ملا تو نہیں ہوں، اس لیے کہ ان سے ملنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔اگر بد قسمتی سے نہ مل سکا تو تم میرے جانے کے بعد انہیں میرے بارے میں بتا دینا۔میں پیسے ویسے تمہاری معرفت بھیج دیاکروں گا۔تم ان کا اچھی طرح خیال رکھنا۔یعنی ان کے حقوق کی پوری طرح حفاظت کرنا۔"(۲۴)

اپنے بہنوئی کی زندگی کے خاتمہ پر گلاب واپس یورپ چلا تاہے۔اس افسانے میں سحر یوسف زئی نے پٹھان قوم کا بدلہ لینے کی خوبی یا خامی کو ظاہر کیا ہے۔یعنی پٹھان ایسی ضدی قوم ہیں کہ گلاب کے کردار کی صورت میں ہمیں دکھایا گیا ہے۔گلاب کئی سال پردیس میں رہ کر گاؤں واپس آنے کے بعد اپنے دوست سے ملتاہے۔اس کا دوست اس کو سارے واقعات سے آگاہ کر دیتا ہے۔گلاب ڈھیٹ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

بن کر اپنی سگی بہن سے ملنے سے انکار کر دیتا ہے۔یہاں تک کہ اس کے بہنوئی کے مرنے کے بعد بھی وہ اپنی بہن سے نہیں ملتا بل کہ یورپ کا رُخ کرتا ہے۔سحر یوسف زئی نے ان افسانوں میں کرداروں کی سیرت کشی اور ماحول کی تصویر کشی بہترین انداز میں کی ہے۔ان کے افسانوں کے کردار زیادہ تر حالاتکے رحم و کرم پر ہیں۔اگر چہ کہیں نہ کہیں ان میں رد عمل پیدا ہو جاتا ہے لیکن بہت جلد وہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ان میں تقدیر کو بدلنے کا وہ جو ش و خروش نظر آتا ہے جو زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہے۔افسانہ "بدلہ" میں وہ اجنبی کردار بھی زندگی کی روایتی حرارت سے محروم نہیں۔ افسانہ نگار نے زندگی کے کھوکھلے رویوں اور منافقت کی دھکم پیل سے اپنے افسانوں کا تار و پود تیار کرکے ان میں اپنے دل کش اسلوب کی توانائی بھرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔یہی سحر یوسف زئی کا فن ہے اور یہی اس کی فن کاری۔عام فہم زبان کو سحر یوسف زئی نے اپنے افسانوں کے لیے اپنایا اور اسے تخلیقی زبان کا درجہ عطا کیا۔آپ کے افسانوں میں بیان کی سادگی کو انہوں نے ضروری خیال کیا ہے۔آپ نے اُردُو افسانوی ادب کو ایک ایسا جان دار اور شگفتہ اسلوب دیا جو تصنع، تکلف اور ہر طرح کی آرائش سے پاک ہے۔فکر و اظہار کا یہ سادہ اسلوب حقیقت پسندانہ ہے جو جدید اُردُو افسانہ میں سحر یوسف زئی کی روایت کے تحفظ کی شناخت ہے۔سحر یوسف زئی نے اپنے افسانوں میں زندگی سے خلوص کی روایت قائم کی ہے۔ان کے بہت سے افسانوں میں عورت کو نمایاں کردار حاصل ہے۔ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری کو بھی بڑا مقام حاصل ہے۔آپ نے زیادہ تر قبائلی علاقہ جات میں رہنے والوں کی زندگی سے متعلق لکھا ہے۔افسانہ نگار نے گاؤں سے تعلق رکھنے کی مناسبت سے نہ صرف افسانہ کے کرداروں بل کہ مقامی لوگوں اور ان کی عادات کا ذکر بڑی دلیری سے کیا ہے۔ان کے افسانوں میں یہاں کے لوگوں کے اصلی رُوپ دکھائے گئے ہیں۔افسانہ نگار نے یہ واضح کر دیا ہے کہ زندگی کی حقیقتیں عام طور پر تلخ ہو تی ہیں۔آپ نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نیک،شریف اورایمان دار انسانوں کا اس دنیا میں عزت نہیں۔سحر یوسف زئی کو قبائلی علاقے کے رہنے والے انسانی نفسیات پر عبور حاصل ہے۔ان کے بعض افسانے تو اسی مقصد سے لکھے گئے ہیں کہ کسی کردار کی نفسیاتی حقیقت کو بے نقاب کیا جائے۔جن افسانوں میں یہ مقصد پیش نظر نہیں رہا وہاں بھی قدم قدم پر نفسیاتی حقائق کی ترجمانی نظر آتی ہے۔ان کے افسانوں کی بے حد نمایاں خصوصیت بُروں اور بُرائی کے چہرے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

سے نقاب اُٹھانا ہے۔سحر یوسف زئی نے اپنے افسانوں میں جاگیر دارانہ نظام اور اس طبقے کی کمزوریوں کوبے نقاب کیا ہے۔مختصر یہ کہ سحر یوسف زئی پختہ شعور کے مالک تھے۔ان کے افسانے ان کی زندگی اور اس پر اثر انداز ہو نے والے عوامل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ادب کا تنقیدی مطالعہ۔ڈاکٹر سلام سندیلوی۔مکتبہ میری لائبریری لاہور ۱۹۸۶ء ص۔۱۴۴،۱۴۳

۲۔یہ افسانے۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۸

۳۔مانکیال کا سایہ۔ایضاً ص۔۱۱

۴۔اندھیرے کا بیٹا۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۱۴۵

۵۔اندھیرے کا بیٹا۔ایضاً ص۔۱۴۶

۶۔اندھیرے کا بیٹا۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۱۵۶

۷۔ایک روغنی لکڑی جسے روشنی کے لیے جلائی جاتی ہے۔

۸۔اندھیرے کا بیٹا۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۱۶۱

۹۔سبزہ اور چنار۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۱۹۵۔۱۹۶

۱۰۔ایضاً ص۔۱۷۹

۱۱۔سائے۔"آگ اور سائے" مکتبہ میری لائبریری لاہور۔استقلال پریس لاہور۔ص۔۲۹

۱۲۔ایضاً ص۔۳۲

۱۳۔زیتون اورنرگس۔ایضاً ص۔۴۵

۱۴۔ایضاً ص۔۴۷

۱۵۔خشک چٹانیں۔ایضاً ص۔۶۵

۱۶۔ایضاً ص۔۶۶

۱۷۔ایضاً ص۔۶۶

۱۸۔ایضاً ص۔۷۳

۱۹۔آبلے ایضاً ص۔۷۷

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

۲۰۔ایضاً ص۔۸۴

۲۱۔ایضاً ص۔۸۹،۹۰

۲۲۔چاند اور کھنڈر ایضاً ص۔۱۱۶

۲۳۔ایک بالششت زمین ایضاً ص۔۱۲۵

۲۴۔بدلہ ایضاً ص۔۱۷۵